تاریخ اسلام
۲۲۰

مسلمانان اندلس کے علوم و فنون

مؤلفہ

عثمان علی مرزا

۱۳۴۶ھ

مطبوعہ شمس الاسلام پریس چھتہ بازار

عرض حال

ان چند صفحوں میں اتنی گنجائش کہاں کہ کسی ملک و قوم کی تاریخ بیان کیجا
تو صرف اسپین میں حکومت اسلامی کے چند مناظر تبلانا مقصود ہے اور یہ ہمارے موضوع سے
علیحدہ ہے کہ کل شعبہائے نظام کو پوری پوری طور سے تبلاسکیں صرف کسی ایک
ترقی کو بالتفصیل دکھانے کے لئے ہی ایسے کئی اجزا کی ضرورت ہوگی لیکن خیال یہ تھا
طور پر چند خاص ابواب کا ذکر کیا جائے جس سے خود اس بات کا اندازہ لگ جائے
علوم و فنون میں مسلمانوں کو کہاں تک کمال و عروج حاصل تہا اور اقوام عالم کے
آپ کو کس طرز و ادائے خاص کیساتہ پیش کیا اور اپنے اثر کو ہمسایہ قوموں پر کس طرح
اور دنیا نے اس قوم کو کن نگاہوں سے دیکھا یورپ کے دامن سوال کو جب کہ وہ
کی نعمتوں سے محتاج و محروم تھا اپنی تنویر و ضیا پاشیوں سے کیوں کر افق یو
روشن و منور کردیا محض اسی خیال کے احساس نے اس کی ترتیب پر مجبور روا ماد
میں صرف علوم و فنون صنعتوں وغیرہ کے کچھ حالات بیان کئے گئے ہیں فتوحا
فوجی قوت مالی حالت وغیرہ سے مطلق بحث نہیں کی گئی ہے مگر ایک متجسس نگاہ ا
بھی بہت کچھ پالے گی میں نے اس کو چند تاریخوں سے اقتباس کیا ہے اور سبب
ذاتی الفاظ کو بہت کم دخل دیا ہے ؎

طوفان نوح لانیسے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

باریک بیں حضرات سے امید ہے کہ انہیں اگر کسی جگہ سہو یا غلطی نظر آئے تو اصلاح فرمائیں

شوال المکرم ۴۲ھ
شاہ علی نبدہ

خاکسار
عثمان علی مرزا ابن علاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسلمانان اندلس کے علوم و فنون

قبل اس کے کہ اصل مضمون شروع کیا جائے مناسب ہوگا کہ کچھ
ضر طور پر جغرافیائی حالت بیان کیجائے ملک اسپین یا ہسپانیہ کا قدیم نام
ن ہے بر اعظم یورپ میں مشہور تاریخی ملکوں میں سے ہے لیکن اس ملک کو
صوصاً اس کے قدیم دار السلطنت قرطبہ (کارڈوا) کو جو ترقی اور شہرت
مانوں کے عہد میں حاصل ہوئی اس کو کسی اور دور میں نصیب نہیں ہوئی
مانوں میں سب سے پہلے اس کو موسیٰ سپہ سالار اور امیر طارق نے فتح
غالباً یہ فتح ۹۲ھ میں حاصل ہوئی اور شہر قرطبہ کو جس کا ذکر ہمیں مقصود
مغیث الرومی نے فتح کیا اس ملک کے حدود یہ ہیں شمال میں خلیج
ے اور کوہ پیرنیز مشرق میں بحر روم جنوب میں بحیرۂ روم اور آبنائے

---

۵ آج کل اس کے بجائے میڈرڈ دار السلطنت ہے۔
۵ تذکرۃ الکرام تاریخ خلفاء عرب و الاسلام۔

جبل الطارق اور بحر اوقیانوس مغرب میں بحر اوقیانوس اور ملک پرتگال
ہم پہلے صرف ان علمی ترقیوں کا حال لکھینگے جو ملک اندلس خصوصاً
پایہ تخت شہر قرطبہ کو مسلمانوں کی فرماں روائی کے زمانہ میں حاصل ہوئیں
اور کن کن اصناف علوم و شعبہائے فنون میں موشگافیاں اور اصلاحیں
کی گئیں۔ اس کے بعد عام صنعت و اختراع خصوصاً فن تعمیر وغیرہ کی حیرت
انگیز کاریگری کو پیش کریں گے اس مختصر رسالہ میں یہ ناممکن ہو گا کہ ہر ایک
پہلو کو تفصیل و تشریح کے ساتھ دکھایا جائے مگر یہ کوشش ضرور کیجائیگی
کہ علوم و فنون کے بہترین نقوش ناظرین کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہیں ایک
مورخ[1] نے قرطبہ کے متعلق اس طرح لکھا ہے۔ "قرطبہ مسلمانوں کا مایہ ناز
شہر تھا اور بلحاظ اپنی شاندار عمارتوں اور پر تکلف شا[illegible] معاشرت
کے اور بلحاظ عام علوم و فنون کے تمام یورپ میں عدیم المثال
"ہر فن کے کامل افراد موجود تھے دنیا کے دور دراز حصوں سے شوقین
طالب علم۔ عروض۔ الہیات۔ طبیعات۔ ہر شعبہ علوم و فنون کی تحصیل کیلئے
بکثرت آتے تھے چنانچہ شہر مذکور ہر قسم کے ناموروں کا مرکز عالموں کا مخزن
طلبہ کا سرچشمہ بن گیا تھا۔ دوسری جگہ لکھا ہے علم کے ہر شعبہ کی تعلیم و تدریس
پر کماحقہ توجہ کیجاتی تھی بالخصوص علم طب کو اندلس کے سرجنوں ڈاکٹروں
کے نئے معلومات سے اس قدر وسعت و ترقی ہوئی کہ اس سے پہلے کسی

---

[1] تاریخ اسپین مصنفہ لین پول

ـ کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ سب سے بڑا جراح قرطبہ کا ابو القاسم تھا جس نے
۱۱۲۲ء میں وفات پائی اس نے بہت سے آلات جراحی ایجاد کئے جن کی
ما ویر اس کی کتابوں میں درج ہیں اس نے پتھری کے نکالنے کا بیان
ما ہے جو اُسوقت بالکل جدید عمل سمجھا جاتا تھا اس کی مشہور کتاب طب
" التصریف من عجز عن التالیف ہے جو تیس مقالوں پر مشتمل ہے[1]۔ ایک
ـسر امورخ لکھتا ہے ابو القاسم بن عباس الزہراوی کی کتابیں میں نے
ھی اور پڑھی ہیں اگر میں یہ کہوں کہ ایسی کتابیں اس فن میں نصیب نہیں
ہیں اور بلحاظ قول و عمل اس قسم کی کتابیں نہیں ملسکیں تو یقیناً میرا دعو
ط نہ ہوگا[2]" ایک مورخ لکھتا ہے ابو القاسم جو گیارہویں صدی میں
ـ فن کا نہایت مشہور استاد تھا اس کے بعض عملیات بعینہ زمانہ حال کے
لیات سے مطابقت رکھتے تھے[3] ابن ظہر جو اس کے بعد اس فن کا دوسرا
ل گزرا ہے اس نے دونوں شاخوں سے یعنی علمی اور نظری طب میں
نئے نئے ایجادات سے اضافہ کیا۔ ابو الرؤس بھی اس زمانہ میں ایک
ہور فلسفی اور ان جلیل القدر او محسن زمانہ کاملین سے تھا جس کی کوشش
نے قدیم یونانی فلسفہ کو زمانہ حال کے فلسفہ سے وصل کر دیا علم ہیئت
فرافیہ کیمیا طبیعات غرض کہ کوئی شاخ نہ تھی جس کی بطریق احسن (قرطبہ
ںا) تعلیم نہ دیجاتی ہو حکم باشاہ قرطبہ کو اپنا کتب خانہ معمور و آراستہ کرنیکا

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۱۵۴ — [3] تاریخ اسپین لیس پول

[2] ترجمہ نفح الطیب ص ۱۱۵

بیحد شوق تھا چنانچہ تمام مشرقی دنیا کے ہر شہر میں اس نے معتبر آدمی بھجوائے کہ نادر کتابیں خرید کر قرطبہ بھیجدیں۔ مختلف تدابیر سے اس نے چار لاکھ کتابیں جمع کیں جو ایسے وقت میں مغتنمات سے تھیں جبکہ چھاپہ کی عدم موجودگی سے ہر ایک نسخہ خوشنویس سے لکھانا پڑتا[1]

خلیفہ حکم محض جامع الکتب ہی نہ تھا بلکہ کہتے ہیں کہ اس نے ان چار لاکھ کتابوں کو ایک ایک کر کے بغور مطالعہ کیا اور ان پر حواشی و نظائر بھی چڑھائے چونکہ وہ خود ایک عالم تھا لہذا آیندہ نسلوں کے مشہور کاملین نے اس کے حواشی اور شروح کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا[1]۔ حکم دوم نے اپنے عہد حکومت میں علوم و فنون کو بہت رواج دیا اس کو اس کام میں ایک شغف و انہماک تھا اکثر مورخوں نے اس کی علم پروری کی طویل داستانیں لکھیں ہیں۔ ہم مختصراً ان میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں۔

ایک تاریخ میں یوں لکھا ہے کہ حکم دوم نے مدرسوں مکتبوں میں زیادتی کی ہر ملک کے علماء فضلا کو اپنے ملک میں جمع کیا ایک بڑا کتب خانہ دار الخلافت قرطبہ میں بنایا جس کا نام کتب خانہ مروانی رکھا اس کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی[2]۔ تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ صرف دواوین کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی ہر جلد میں بیس اوراق تھے جن میں سوائے اسمائے دواوین کے اور کتابوں کے نام نہ تھے[3]۔

---

[1] تاریخ اسلیین پول [2] تذکرہ الکرام [3] ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد ۱

حکم ثانی کے زمانہ میں شاہی کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں تھیں مشہور یہ ہے کہ یہ کل کتابیں حکم کی دیکھی ہوئی تھیں[1]۔ سلطانہ رضیہ جسکو خلیفہ حکم نے نجم السعادت کا خطاب دیا تھا مشہور عالمہ تھی الحکم اور ملکہ رضیہ نے بیحد علم کی سرپرستی کی اور انہوں نے نہایت عمدہ علوم و فنون کا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ لیکن یہ دونوں سب سے زیادہ علم تاریخ اور جغرافیہ کا شوق رکھتے تھے اور الحکم نے اپنے کتب خانہ پر زر و سیم صرف کرنے سے دریغ نہ کرتا تھا اور لایق و قابل آدمی مصر۔ افریقیہ۔ عراق۔ و عجم وغیرہ ممالک میں اسی غرض سے مقرر کئے گئے تھے کہ مروانی کتب خانہ کے لئے کتب علوم و فنون جمع کریں۔ الحکم نے تمام اقوام عرب کا نسب نامہ مدون کیا تھا اور اسے کتاب میں عربوں کا دوسرے ممالک میں جاکر آباد ہونا بھی لکھ ... رکھا۔ نقول اور ترجمہ ان کتابوں کے بھی فراہم کئے تھے جو ... کے علماء نے لکھیں تھیں اس کے کتب خانہ ترتیب وار کتابیں آراستہ تھیں اور ہر ایک حصہ پر کتبہ ہوتا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس حصہ میں اس علم کی کتابیں ہیں اور ہر کتاب پر صرف مصنف کا نام ہی نہیں بلکہ وطن اور قبیلہ تاریخ ولادت تاریخ وفات بھی درج ہوتی تھی[2] اور بڑی فہرست کتابوں کی جس کو الحکم اور اس کے وزیر غالب بن محمد عبدالوہاب المعروف بہ عبدالسلیم نے لکھا تھا چالیس جلدوں میں تھی۔ ان کتابوں کے استعمال کی علماء کو عام اجازت تھی[3] حکم نے اندلس

[1] تاریخ اسلام ابوالفضل عباسی [2] تاریخ اسپین میریا کالی کٹ و تمدن عرب صفحہ ۴۷
[3] خلافت اندلس جلد ۲

کو ہر قسم کے علوم وفنون ہنر وکمال کا معدن بنا دیا تھا کسی علم کی کوئی کتاب ایسی نہ تھی کہ جو اندلس میں نہ ملتی ہو خلیفہ بیدریغ روپیہ خرچ کر کے مصنفین سے کتابیں خریدتا اور اپنے ملک میں مشتہر کراتا تھا گو وہ مصنف مشرق الاقصیٰ کا رہنے والا کیوں نہ ہو لیکن اس کی تصنیف پہلے اندلس ہی میں شائع ہوتی تھی اور وہیں سے دیگر ممالک میں اشاعت پاتی تھی یہاں کے کتبخانہ کو منتقل کرنے کے لئے چھ مہینے صرف ہوتے تھے اس کتب خانہ کے ساتھ اگر کوئی کتب خانہ ٹکر کھاتا تھا تو وہ خاندان عباسیہ کے سلطان الناصر ابن مستعصم باللہ کا کتب خانہ تھا اس کتب خانہ کو ہلاکو خاں نے تاراج کیا اور اندلس کا کتب خانہ اہل بربر کے ہاتوں تباہ ہوا[1]۔ قرطبہ نہ صرف اندلس ہی کا علمی مرکز بن گیا تھا بلکہ تمام یورپ نے اس سے فائدہ حاصل کیا۔ فرانس جرمن۔ انگلینڈ سے متعلمین جوق جوق آتے اور علوم وفنون کے سرچشموں سے جو اس وقت اسلامی شہروں کے سوا کہیں نہ پائے تھے سیراب ہو کر جاتے جیسا کہ ایک امریکن فیلسوف لکھتا ہے۔

"خلیفہ نے ملک اندلس کو جنت نظیر بنا دیا تھا جہاں یہودی اور عیسائی دونوں مذہب کے لوگ امن وآزادی کے ساتھ زیر سایہ عیش ومسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے مشہور علامہ پطرس لکھتا ہے کہ اس نے بہت سے یورپین علماء کو ممالک اندلس میں علم افلاک کی تحصیل کے لئے

---

[1] خلافت اندلس و تاریخ لین پول۔

آتے دیکھا تھا یہاں تک کہ انگلستان سے بھی علم و ہنر کے پیاسے اسی علمی چشمہ پر آکر سیراب ہو کر جاتے تھے[1]، ابتدائی تعلیم کا نظام اس قدر مکمل تھا کہ تقریباً اندلس کا ہر شخص لکھنے پڑھنے پر قادر تھا ایک معمولی کاشتکار کا ملنا بھی مشکل تھا جو پڑھ لکھ نہ سکتا ہو حالانکہ دیگر مغربی ممالک میں ان اشخاص کا ملنا بھی دشوار تھا شہر قرطبہ کی علمی درسگاہ میں پانچ ہزار طلبہ شریک رہتے تھے[2] شہر قرطبہ ہی میں عورتیں مطب بھی کرتی تھیں ستر پبلک کتب خانہ تھے اندلس میں صرف مردوں ہی کے علم کا چرچا نہ تھا بلکہ عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش ترقی کر چکی تھیں ایک مورخ کی رائے ہے کہ اب جو اتہام مسلمان عورتوں پر لگایا جاتا ہے کہ وہ جاہل ہوتی ہیں مگر اس وقت کی عورتیں اس طرح نہیں ہوتی تھیں بلکہ ان کے خیالات نہایت مہذب اور تعلیم و تربیت یافتہ ہوا کرتے تھے۔ اشبیلہ کا زنانہ مدرسہ جسکو عالمہ مریم دختر یعقوب نے جاری کیا تھا یہاں سے اکثر عورتیں علم و ہنر میں یکتا نکلتی تھیں[3] ایک جگہ ان الفاظ میں تعریف کی گئی ہے کہ بنی مروان کے عہد حکومت میں قرطبہ اسلام کا دارالعلوم تھا اس میں ہزاروں میل سے طالب علم مختلف علوم و فنون حاصل کرنے کے لئے آتے اور یہاں کے علوم و فنون کی روشنی دور دور پھیلایا کرتے تھے کوئی بڑا شہر ایسا نہ ہوتا تھا جہاں تشنگان علوم کو سیراب کرنے کے لئے کم از کم ایک چشمہ نہ ہو ان کتب خانوں کی الماریاں

---

[1] الاسلام والنصرانیہ مصنفہ مفتی شیخ عبدہ مصری
[2] اخبار الاندلس جلد ۳ [3] تمدن عرب صفحہ ۲۷۱

ہر شخص کے لئے کھلی رہتی تھیں۔[1]

اندلس میں عربوں نے علم و حکمت صنعت و حرفت کا بازار کھول دیا تھا جہاں ہر فرد بشر بلا لحاظ قوم و ملت ہر علم و فن کی تعلیم پاتا تھا۔ یورپ کے زمانہ جاہلیت کے اندھیرے میں اگر کہیں علوم و فنون کا چراغ ٹمٹماتا نظر آتا تھا تو وہ ان عربوں ہی کے شمع علم کا پرتو تھا۔ ابن رشد سا فلاسفر اور ابن باجہ سا حکیم حاذق اور ان کے ہم فن دوسرے علماء کی بدولت یورپ نے ارسطو اور افلاطون کو پہچانا یورپ کے تمام مشہور و معروف مورخین وغیرہ نے خود یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک علم کے موجد عرب ہیں۔[2]

ایک مورخ اس طرح شہادت دیتا ہے "بغداد اور قرطبہ کے عرب مورخین نے اپنی تصنیفات سے کتب خانہ بھر دئے تھے صرف قرطبہ لائبریری میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔ الجبرا اور علم ہیئت پر تو عربوں کا اتنا احسان ہے کہ وہ تاقیامت ان کے احسان کے بوجھ سے نہیں نکل سکتے ان کے علاوہ علم کی ہر شاخ کی طرف عربوں نے توجہ کی اور جہاں تک ان سے ہو سکا اس میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کی۔[3] یہ شہادت ایک پادری کی ہے جس نے ۱۸۹۹ء میں بغرض اشاعت دین عیسوی عرب کی سیاحت کی تھی اپنی کتاب کو اسی طرز و انداز پر لکھا ہے جس طرح اکثر مشنری پادری لکھا کرتے ہیں اور عربستان کا مطالعہ بھی اسی نقطۂ

---

[1] اخبار اندلس جلد ۲ صفحہ ۵۱۶ [2] خلافت اندلس جلد ۱ [3] حالات عرب و عراق و عمان مصنفہ امریکن پادری ایس ایم زویمر

نگاہ سے کیا ہے جہانتک ہو سکا اسلام کے متعلق ہفوات سے کام لیا ہے اور ترکی حکومت کو جی بھر کے کوسا ہے۔ مجھے بہت تعجب ہوا کہ اس متعصب قلم نے اپنی مشنری کتاب میں ایک اسلامی علمی کارنامے کو کس طرح جگہ دی!

جس وقت عرب اندلس میں داخل اور اس پر اچھی طرح سے قابض و متصرف ہوئے تو انہوں نے تمام ملک میں دار العلوم اور چھوٹے بڑے مدارس و رصدخانے اور عظیم الشان کتب خانے قایم کر دئے جہاں تمام علمی تحقیقات کا سامان موجود تھا تعلیم کے دو طریقے جاری رکھے تھے چھوٹے شہروں اور قصبوں میں ابتدائی مدارس مذہبی تعلیم دینے کی غرض سے کھولے گئے تھے اور بڑے بڑے شہروں میں وہ مدارس تھے جہاں کاشتکاری و زمینداری کے مختلف شعبوں کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی تکمیل تعلیم اور تحقیقات علمی کے لئے۔ قرطبہ اشبلیہ ۔ مالقہ ۔ سرقسط ۔ بیشونہ ۔ جیان ۔ طلیطلہ وغیرہ مشہور شہروں میں دار العلوم قایم کئے گئے تھے جہاں طلبہ اطالیہ ۔ فرانس ۔ جرمن انگلستان سے آیا کرتے تھے[1]

ہم نے پہلے تبلایا ہے کہ اس تعلیم سے صرف مرد ہی مستفید نہیں ہوتے تھے بلکہ عورتیں بھی ان قابلیتوں میں یکتا ہوتی تھیں یہ معلوم کرکے آپ کو تعجب ہوگا کہ اُس زمانہ میں مسلمانوں کو تعلیم نسواں کا کہانتک خیال تھا اس کی نظیر تو اس عہد ترقی میں بھی مشکل سے مل سکے گی ہم مختصر سا ذکر ان خواتین کا

---

[1] اخبار اندلس جلد ۳ صفحہ ۶۶۷

کرتے ہیں جن کے ناموں سے صفحات تاریخ مزین ہیں۔ ریب۔ اور حمدا ساکن وادالحمراء یہ دونوں زیاد نامی کتب فروش کی بیٹیاں تھیں۔ باوجود حسن وعصمت ودولت انہوں نے ایسی لیاقت حاصل کی تھی کہ اسوقت کے نامی علماء کی مجلسوں میں مثل اپنے برابر والوں کے شریک ہوتی تھیں مگر کبھی کسی کے منہ سے ان کی شکایت یا خلاف تہذیب برتاؤ کا ایک حرف تک نہ نکلتا تھا حفصہ نے خوشنویسی میں وہ نام پیدا کیا تھا کہ اندلس کے مشہور خوشنویس اس سے آکر اصلاح لیا کرتے تھے ان عورتوں نے صرف ادب اور شعر وسخن پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مثل اپنے باپ اور شوہر اور بھائیوں کے فلسفہ اور ہیئت ریاضی اور طب میں بھی کمال حاصل کر لیا تھا۔ العروضیہ صرف۔ نحو اور معانی وبیان میں بے مثل تھی اور مریم بنت ابو یعقوب الانصاری ساکن اشبیلیہ شاعری اور ادب میں اور مذہبی قانون میں درس دیا کرتی تھیں فاطمہ صرف ونحو شاعری حساب ہندسہ اور اور علوم میں نہایت کامل تھی اس کا خط بھی نہایت پاکیزہ تھا خلیفہ کی راز کی تحریریں وہی لکھا کرتی تھی کسی کا شعر اس کے کلام کی بندش اور لطافت کو نہیں پہونچتا تھا۔ انشا پردازی کا بھی ایک بیش بہا ذخیرہ علمی وصنعتی کتابوں کا موجود تھا[۱]۔

ان چند سطور نے تبلا دیا ہوگا کہ مسلمانوں کی گذشتہ علمی ترقی کہاں تک پہونچی تھی اور انہوں نے اپنے قوائے ذہنی اور عملی کو کس قدر وسعت دی تھی

---

[۱] تمدن عرب صفحہ ۳۷۱

اور ایک زمانہ کو اپنا گرویدہ بنا کر خراج تحسین حاصل کیا تھا اور اپنے زندہ و پائدار کارناموں کو سبق عبرت کے لئے تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھوا دیا اب ہم ایک دوسرا رخ صنعت وحرفت وغیرہ کا تبلانا چاہتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ صرف علوم وفنون ہی میں انتہائی ترقی حاصل نہیں کی بلکہ ہر شاخ وشعبہ میں اپنے کو عدیم النظیر بنا دیا۔ اس کے متعلق ہم ایک مورخ کی رائے پیش کرتے ہیں۔ یورپ کے مردہ علوم ان کے وقت میں زندہ ہوئے ان کی یونیورسٹیوں سے یورپ کی قومیں تعلیم پاکر شائستہ ہوئیں۔

تمام یورپ کے اساتذہ مسلمانوں کے شکر گذار ہیں صنعت وحرفت اور انسانی بہبودیوں میں جو ترقیاں مسلمانوں نے کی تھیں۔ اب تک انکا اعتراف کیا جاتا ہے اسپین کے مسلمان یورپین مورخین کی نگاہوں میں عجائبات دنیا میں شمار کئے جاتے ہیں اور انکا عروج وزوال نمونہ قدرت تصور کیا جاتا ہے۔ دار الخلافت قرطبہ ایک قلعبند عالی شان سنگین دیواروں سے محفوظ کیا گیا تھا۔ اس کے کوچہ وبازار نہایت خوشنما تھے یہاں کے باشندے اپنے اطوار پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ وفراست ودانائی میں یکتا تھے ملبوسات واکل وشرب میں ان کو ایک خاص مذاق حاصل تھا۔[1]

عبدالرحمٰن ثالث کے زمانہ میں قرطبہ کو بڑی رونق حاصل ہوئی شہر کی لمبائی کسی طرح دس میل سے کم نہ تھی پندرہ ہزار سے زیادہ ملازمین گورنمنٹ

---

[1] الاسلام وتاریخ اسلام ابو الفضل عباسی۔

کے مکانات تھے عام خانہ شماری یہاں کی ایک لاکھ سے زیادہ تھی سات سو مسجدیں تھیں نو سو حمام ایسے تھے جن میں ہر خاص و عام غسل کر سکتا تھا قرطبہ کی جامع مسجد کی بنیاد ۷۸۶ء میں عبدالرحمن اول نے رکھی تھی۔ ۹۴۹ء میں جب سفیر یونان خلیفہ سے ملاقات کی تو دربار شاہی کی عظمت دیکھکر ششدر ہو گیا تھا۔ یہاں ایک لاکھ بیس ہزار ریشم باف تھے[1]

پیرس (دارالسلطنت فرانس) کی سڑکوں پر بارہویں صدی عیسوی تک پتھر کا فرش نہیں ہوا تھا حالانکہ اس وقت سے بہت پہلے مسلمانوں کے اندلسی شہروں میں پتھر کی سڑکیں موجود تھیں[2]

دارالخلافت قرطبہ ایک ایسا مرکز علوم و حرفت و تجارت بن گیا تھا کہ اسے اس وقت کے بڑے بڑے سے دارالسلطنتوں کے مقابل رکھ سکتے ہیں۔ یہ پرانا شہر اب بھی موجود ہے لیکن موجودہ حالت میں اسے ایک مقبرہ کہنا چاہئے جہاں کسی وقت دس لاکھ آدمی تھے۔ اس میں شک نہیں کہ عیسائیوں نے قرطبہ میں اسلامی ہلال کی جگہ پر صلیب کو قایم کر کے بڑی کامیابی حاصل کی مگر جس شہر پر ہلال کا سایہ تھا وہ دنیا کے شہروں میں بہت پر رونق اور خوبصورت اور آباد شہر تھا برخلاف اس کے مسیحی صلیب آج تک اس اعلی تمدن کے ویرانہ پر سایہ فگن ہے جسے اس صلیب کے پوجنے والوں نے برباد کر دیا۔ مگر اس کی جگہ پر دوسرا تمدن نہ قایم کر سکے[3] اسپین کی معاشی

---

[1] تاریخ اسلام ابوالفضل عباسی [2] عیسائیت اور اسلام کا تمدن ص۲۴
[3] تمدن عرب

سرگذشت بھی کس قدر عبرت آموز ہے مسلمانوں کے عہد حکومت میں اسپین کو وہ عروج حاصل ہوا جو صدیوں بعد تک بھی یورپ کے دوسرے ملکوں کو نصیب نہ ہو سکا دسویں صدی عیسوی میں جبکہ تمام یورپ پر جہالت مسلط تھی اسپین تہذیب و ترقی کا چمن بنا ہوا تھا عبدالرحمٰن ثالث کے عہد میں مسلمانوں نے اس زرخیز ملک کو روئی شکر اور چاول کی کاشت سے تختہ عدن بنا رکھا تھا ریشم کے کیڑے بھی بہ تعداد کثیر پالے جاتے تھے ہیڑ دیکے بیشمار گلے موجود تھے۔ قرطبہ اور غرناطہ میں سوتی اور ریشمی کپڑوں کے بڑے بڑے کارخانے تھے یہاں کا کپڑا دور دور جاتا تھا۔

دیگر مصنوعات خصوصاً ہتیار اور کاغذ مشہور عالم تھے یوں تو صنعت و حرفت کے ہر شعبہ میں مسلمانان اندلس نے کمال کر دکھایا تھا مگر معدنی چیزوں کے ڈھالنے میں وہ اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے پیتل کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو ڈھالنا ہمارے زمانے میں بھی ایک بہت بڑی کاریگری سمجھا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اس زمانہ میں۔ مگر مسلمانان اندلس نے اس فن کو بھی کمال تک پہنچا دیا تھا[۱]

زمانہ حال کی سائنس باوجود اس قدر ترقی کے ایسا مضبوط اور خوبصورت کپڑا نہیں بنا سکتی جیسا کہ مسلمانان اندلس کے گرگھے نکال چکے تھے اندلسی عربوں نے اپنی قوت اختراع و ایجاد و صنعت میں خوب ترقی کی مثال دیدیہ

---

[۱] علم المعیشت حصہ چہارم باب ۱۴ صہ ۵۹۳ و اخبار اندلس جلد ۳ صہ ۶۳۲

رکھنے کے آبدار آہنی و فولادی صندوق ایک پیچیدہ خانے اور ان کے عجیب و غریب مضبوط قفل کہ جن کو دیکھکر اب تک یورپ کے صناع عش عش کرتے ہیں۔ اندلس کا ایک بڑا بندرگاہ ملاغہ تھا چینی کے بڑے بڑے برتن بنانیکے کارخانے نہیں تھے علاوہ اس کے بلنسہ مرسیہ وغیرہ مقامات پر بھی چینی کے برتنوں کے کارخانے تھے جو نہایت کامیابی کے ساتھ برتن بناتے تھے[1]

ایک سیاح مورخ (لین پول) اپنے چشم دید حالات کو جس سے گذشتہ عظمت کا پتہ چلتا ہے اس طرح بیان کرتا ہے۔ القصر جو کبھی اندلس کے عدل و انصاف کرنے والے سلاطین کا مسکن تھا آج تباہ و برباد ہو کر اس حالت کو پہنچ گیا ہے کہ اسپین کے مجرم اس میں اپنی بدکرداری کی سزائیں بھگتتے ہیں پل قرطبہ ابھی تک وادی الکبیر کی خاموش اور سرد مہری سے گذر جانے والی نہروں سے مرحوم ہشام کی نوحہ خوانی کر رہا ہے۔

مسجد جامع نمازیوں کے انتظار میں اب تک ایستادہ ہے اور ہر شوقین سیاح سے جو اس کی شان و عظمت سے مسرور الوقت ہونے آتا ہے اپنے بانی عبدالرحمن اول کی بے توجہی کی شکایت کرتی ہے"

وادی الکبیر کی دونو جانب سنگ مرمر کے خوشنما مکانات مساجد باغات برابر برابر باندھے کھڑے تھے باغات میں روئے زمین کے عجیب و غریب پھول طرح طرح کے میوں کے درخت موجود تھے جس کے لگانے میں اہل عرب

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۶۴۶ و ۶۸۵

نے اپنے وہ کمالات آب پاشی دکھائے تھے جس کا عشر عشیر اہل اسپین کو آجتک بہی نصیب نہ ہوا ان باغات کی آب یاری قریب کی ایک پہاڑی سے ہوتی تھی جہاں اب تک علم آبپاشی وآب رسانی کے لوازمات وغیرہ کہنڈروں کی شکل میں عربی ہنرمندی پر ماتم کر رہے ہیں پانی یہاں سے نلوں کے ذریعہ سے بے شمار طلائی ونقرئی پیتل وغیرہ کے منبجز ظروف میں یا مصنوعی تالابوں اور حوضوں میں جو گریشیا کے سنگ مرمر سے تراش کرکے بنائے گئے تھے جمع ہوتا تھا۔ حرم سرائے بہت سے مکانوں پر مشتمل تھا اور ہر مکان کا نام جدا جدا تھا کسی کا نام قصر الازھار کسی کا قصر العاشقین کسی کا قصر السرور قصر التاج وغیرہ ایک کا نام قصر دمشق تھا جس کی نسبت شعرا نے بڑی بڑی تعریفیں لکھی ہیں یعنے روئے زمین کے تمام شاہی قصر دمشق کی برابری نہیں کرتے دریا پر ایک پل بنایا گیا تھا جو نہایت عالیشان تھا جس سے مسلمانوں کی انجنیری ہنرمندی ظاہر ہوتی ہے تمام شہر عظیم الشان مکانات سے معمور تھا جس میں سے پندرہ ہزار سے زیادہ تو صرف ملازمین گورنمنٹ اور ارا کین سلطنت سے متعلق تھے اور ایک لاکھ سے زیادہ عام خانہ شماری تہی[1]

اس سے پہلے جامع قرطبہ کا ذکر آچکا ہے یہاں کسی قدر تفصیل سے کام لیا جائیگا قرطبہ کی عمارات میں صنعت ورفعت دونوں کے لحاظ سے مسجد جامع سب سے اول درجہ پر تھی ۷۸۶ء میں عبدالرحمن نے

---

[1] تاریخ اسپین مصنفہ لین پول۔

اس کی بنا رکھی اس نے ہزاروں اشرفیاں خرچ کیں مگر ناتمام رہی آخر ہشام نے ۷۹۳ء میں اُسے ختم کیا اس کے بعد دوسرے سلاطین نے بھی یکے بعد دیگرے اس میں زیادتی کی بیان کیا جاتا ہے کہ چھت کی گنبدیں شرقاً غرباً انیس اور شمالاً جنوباً اکتیس تھیں اور اکیس دروازے اور بارہ سو ترانوے مطلا ستون مسجد کی مقدس چھت کو سنبھالے ہوئے تھے ایک منبر تھا جو ہاتھی دانت اور قیمتی لکڑی کے چھتیس ہزار ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا ضرورت کے وقت علحدہ کیا جا سکتا تھا صحن مسجد میں چار وسیع خوبصورت حوض ہر وقت پانی سے بھرے رہتے تھے ایک سو تیل کی قندیلیں لگائی گئیں تھیں جن میں دس ہزار بتیاں روزانہ روشن ہوتی تھیں تین سو آدمی خدمت کے لئے مقرر تھے[1] ایک دوسرے مورخ نے اس طرح بیان کیا ہے ”قرطبہ کی یہ عالیشان جامع مسجد اسپین کی تمام مسجدوں سے سبقت لے گئی تھی یہ جامع مسجد چھ سو فٹ لانبی اور ڈھائی سو فٹ چوڑی تھی ستونوں کے صفوں کے تقاطع سے رواقیں بنگئی تھیں جو عرض میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک تیس اور طول میں انتیس تھیں جن ستونوں پر چھت قایم تھی ان کا شمار ایک ہزار ترانوے تھا یہ سب سنگ مرمر کے تھے محراب قبلہ یعنے جنوبی حصہ کی جانب کے مقابل انیس دروازے تھے جن پر تانبے کی چادریں چڑھی ہوئی تھیں۔ اور انسانی صناعی کا نہایت ہی خوبصورت نمونہ تھیں صدر دروازے پر سونے کا پانی

---

[1] تاریخ اسپین لین پول ۱۲

چڑہا ہوا تھا اور مسجد کے دونو بازؤں یعنے مشرق و مغرب کے جانب نو
پھاٹک تھے اس مسجد کے سب سے اونچے گنبد پر تین لٹو چڑہے ہوے
ہوے تھے جن پر سونے کا پانی تھا اور ان کے اوپر ایک سونے کا
انار قایم کر دیا گیا تھا نماز عشاء کے وقت دو ہزار سات سو قندیلیں روشن
ہوتی تھیں سالانہ چوبیس ہزار پونڈ تیل صرف ہوا کرتا تھا اسی طرح ایک
اسو بیس پونڈ عود دلوبان صرف ہوتا تھا محراب کی بڑی قندیل سونے
کی تھی جو بہت بڑی تھی اور اس پر عجیب و غریب کام بنا تھا ہے ؎۱

عرب جنگی عمارت بنانے سے بہی بھی خوب ماہر تھے غرناطہ
کا جدید قلعہ اور اس کا طویل سلسلہ دیوار دنکا جو جبان اور پہاڑ پر بنایا
گیا تھا اور اب بھی قایم ہے اس امر کا شاہد ہے۔ کہ قبل ایجاد بارود اہل
اسلام جنگی قلعہ بنانے میں نہایت عمدہ لیاقت رکھتے تھے ۳۶ء میں
عبدالرحمٰن سوم نے تعمیر الزہرہ ختم کی اس نے اس محل کو خوشنما بمقام
وادی الجارہ کے کنارہ پر قرطبہ سے پانچ میل کے فاصلہ سے بنایا تہا
اور یہاں موسم بہار اور خزاں میں رہا کرتا تھا۔ اس عمارت جدیدہ
میں چار ہزار تین سو ستون عمدہ سنگ مرمر کے خوبصورت دستکاری کے
تھے اور اسی پتھر کا فرش بھی تھا اور اندر کی دیواروں میں بھی سنگ مرمر
چسپاں تھا چوبی کام منقش صنوبر کا تھا سروکے درخت کندہ تھے بڑے
بڑے کمروں میں فوارے بنے ہوے تھے ان فواروں سے پانی نکلکر

؎۱ دولت ہسپانیہ عرب حصہ دوم صـ۱۰۰ مصنفہ ڈاکٹر جے اے کانڈی

حوض میں گرتا تھا جس کا سطح سنگ مرمر سے آراستہ تھا جو کمرہ خلیفہ کا کہلاتا تھا اس میں زبرجد کا حوض تھا۔ اس کے درمیان سونے کا راج ہنس بنا ہوا تھا جس کے بنانے میں نہایت کاریگری اور صنعت خرچ ہوئی تھی اس کے منقار سے پانی جاری تھا اور اس کے روبرو گنبدی سائبان تھا اس میں موتیوں کی لڑی نہایت عمدہ لٹکتی تھی جو شہنشاہ یونان نے خلیفہ کو بطور تحفہ کے دیا تھا اس محل کے متصل باغات تھے اور ان میں ہر قسم کے میوؤں کے درخت کثرت سے تھے اور چشمے اس پیچ وخم سے بنائے گئے تھے کہ ان کے آب مصفا میں سے اس مقام کی خوبیوں کا عکس نمودا ہوتا تھا باغات کے درمیان میں بلند چبوترہ تھا وہاں سے ہر ایک چیز دکھلائی دیتی تھی اور اس کے اوپر چبیر دار برج بنا ہوا تھا۔ اس میں پارہ کے پتھر کا حوض تھا اور سیمابی فوارہ جاری تھا جب شعاعیں آفتاب کی اس پر گرتی تھیں تو عجیب کیفیت پیدا ہوتی تھی اکثر جگہ باغ میں نہایت خوبصورت حمام سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے اور تمام پردے سنہری کلابتو کے تھے اور ان پر جانوروں اور پھولوں کی تصویریں بنی ہوتی تھیں خلاصہ یہ کہ اندر سے باہر تک اس محل میں تمام دنیا کی نعمت وخوبی وخوشی موجود تھی جو ایک شہنشاہ کے فخر کے لایق ہے[1]

ایک دوسری تاریخ میں اس قصر کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے عبدالرحمن نے قرطبہ سے چار میل کے فاصلہ پر جبل العروس کے پر فضا دامن

---

[1] تاریخ اسپین مصنف میر ماکانی کٹ

میں ایک رفیع الشان قصر تیار کیا اور اس کو اپنی محبوبہ الزہرہ کے نام سے موسوم تھا اس قدر وسیع عمارت تھی کہ اس کو قصر نہیں بلکہ مدینۃ الزہرہ کہتے تھے اور فی الحقیقت یہ ایک چھوٹا شہر جس میں علاوہ شاہی مکانات اور متعدد باغات کے ہزاروں ملازمین اور فوج شاہی کے لئے علحدہ عمارتیں تیار کی گئیں تھیں اس محل کی وسعت کا صرف اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کے حدود کی دیواروں میں پندرہ ہزار بلند دروازے نصب تھے جس وقت یہ قصر ایک کروڑ پچاس لاکھ دینار سرخ کی لاگت سے تیار ہوا تو سلطان مع زہرہ کے اس میں بدونق افروز ہوا ۳۲۵ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی تھی اور پچیس سال میں ختم ہوئی دس ہزار معمار اور مزدور اور قریب قریب چار ہزار اونٹ اور خچروں سے روزانہ اس کے بنانے میں کام لیا جاتا تھا قصر چار ہزار تین سو سولہ برجوں اور ستونوں پر جو اقسام کے پتھروں مثل سنگ مرمر وغیرہ کے بنے ہوئے تھے قایم تھا ان ستونوں میں سے بعض ستون بادشاہان یورپ مثل فرانس اور قسطنطنیہ وغیرہ نے تحفتہً عبدالرحمن کو بھیجے تھے قصر میں دو فوارے نصب کئے گئے تھے ایک جو سب سے بڑا تھا پچرسی کا تھا اور اس پر اس قدر ملمع کیا گیا تھا کہ خالص سونے کا معلوم ہوتا تھا اور اس پر نہایت خوشنما انسانی صورتیں بنی ہوئی تھیں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ فوارہ قسطنطنیہ سے لایا گیا تھا چھوٹا فوارہ سنگ سبز کا شام سے منگوایا گیا تھا یہ بیحد خوبصورت تھا بارہ پرندا اور چرند جانوروں کی صورتیں مختلف جواہر اور سونے سے بنی ہوئیں اس میں لگائی تھیں اور جانوروں کے منہ اور چونچ سے پانی کا فوارہ جاری ہوتا تھا اس فوارے

میں کچھ ایسی دستکاری ظاہر کی تھی کہ جن اہل یورپ سیاحوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ دیکھنا اور سنا تو یکطرف خواب وخیال کو بھی بیاں مجال دخل نہ تھا اس قصر کا ایک حصہ قصر الخلفاء ہی قابل دید تھا اس کی چھت طلاء بینش اور سنگ مرمر سے بنائی گئی تھی جو صاف وشفاف تھی ا دوسری طرف کی چیز مثل آئینہ کے نظر آتی تھی اسی کے وسط میں ایک خوبصورت مرصع فوارہ نصب تھا جس کے اوپر وہ مشہور ہوتی جڑا تھا جس کو شہنشاہ یونانی نے بطور تحفہ کے عبدالرحمن الناصر کو بھیجا تھا۔

سوا اس فوارے کے قصر کے بیچ میں ایک فوارہ نما طشت پارے سے بھرا ہوا تھا اس کے گرد آئینے نہایت خوشنما ہاتھی دانت کے چوکھٹوں میں جڑے ہوئے تھے اور مختلف اقسام کی لکڑیوں کے مرصع دروازے سنگ مرمر اور بلوری چوکھٹوں پر نصب تھے جس وقت یہ دروازے کھول دیئے جاتے اور آفتاب کی شعاع سے مکان روشن اور منور ہوتا تھا تو کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ اس کی چھت اور دیواروں کی طرف نظر بھر دیکھ سکے اس حالت میں اگر پارہ ہلا دیا جاتا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام مکان جنبش میں ہے اس قصر کے انتظام اور نگہبانی کے لئے تیرہ ہزار سات سو پچاس ملازم اور تیرہ ہزار تین سو بیاسی غلام قوم نصاری متعین تھے حرم سرا کے اندر چھ ہزار خدمت گزار عورتیں خدمتگزاری کے لئے حاضر رہا کرتی تھیں[۱]

قرطبہ کو اپنی غیر معمولی شان وشوکت کی وجہ سے عروس البلاد کہتے تھے ملازمین وغیرہ کے لئے علاوہ تیتر بٹیر اور پرندوں کے بے حساب پانچ

---

[۱] خلافت اندلس جلد ۲

سیر فی کس یا اس سے کم حسب حیثیت سولہ سو من بیس سیر گوشت روزانہ خروج ہوتا تھا۔

قصر زہرہ کے خوشنما تالاب میں جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں پالی گئیں تھیں روزانہ بارہ ہزار روٹیاں ڈالی جاتی تھیں۔ بلا تفریق ملت و مذہب تمام مورخین سیاح سفرا تاجر وغیرہ کا اسبات پر اتفاق ہے کہ ہم نے اثنائے سفر میں کوئی عجیب و خوشنما شہر یا عمارت نہیں دیکھی جس کو مدینۃ الزہرہ سے ذرہ برابر بھی مناسبت ہو سکے۔ خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر لدین اللہ کے زمانہ حکومت میں بالخصوص فوجی اغراض کے لئے کبوتروں سے بھی ٹپہ رسانی کا کام لیا جاتا تھا اور اس قسم کے سدھے ہوئے کبوتر ہر فوج کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔[1]

بیان کیا جاتا ہے کہ بارود اور توپ کے موجد بھی عرب ہیں۔ اور جس طرز سے کہ بعض ہمعصر عیسائی مورخین نے ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے خود ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس سے بالکل ناواقف تھے۔

قطب نما کا آلہ بھی جو غلطی سے چینیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان ہی کے ذریعہ سے یورپ میں آیا یہ بھی قرین قیاس ہے کہ جس وقت باقاعدہ اور مستقل فوجیں یورپ میں قایم ہونے لگیں تو افسروں کے نام اور

---

[1] خلافت اندلس جلد سوم و اخبار الاندلس جلد ۳

لڑائی میں نعرے کے الفاظ بھی عربوں سے ہی لئے گئے اور انتظام ملک کے متعلق اصلاحیں بھی بغداد اور قرطبہ سے اخذ کی گئیں [1]۔

اندلس و افریقہ میں جنگی جہازوں نے نہایت ترقی حاصل کی چنانچہ عبدالرحمن ناصر کے زمانہ میں صرف اندلس کا بیڑا دو سو جہازوں سے مرکب تھا اور افریقی بڑے کی بھی یہی کیفیت تھی ان بیڑوں کے ہر جہاز پر ایک بحری سپہ سالار رہتا تھا جو اس کو لڑاتا تھا ساتھ ہی ایک کپتان بھی ہوتا تھا جو جہاز کی رفتار اور لنگر اندازی وغیرہ کی نگرانی کرتا تھا ان جہازوں کے لئے ایک خالص بندرگاہ تیار کیا گیا تھا جہاں وہ لنگر انداز رہتے تھے کوئی لڑائی پیش آتی یا کسی شاہی تقریب میں ان کی نمائش کا موقع آتا تو بادشاہ اپنے سامنے تمام فوجوں کو ان پر سوار کراتا اور ان سب پر ایک کمانڈر انچیف مقرر ہوتا تھا جو ان سب کی نگرانی کرتا تھا [2]

مسلمانوں نے فتح کے بعد غیر قوں اور اپنی مفتوحہ قوم کے ساتھ جو برتاؤ کیا اور جس رواداری اور جو حسن انتظام سے کام لیا اس کے متعلق ہم ایک محقق کی رائے پیش کرتے ہیں۔

موسیو ڈوزی جو یورپ کے ایک بڑے نامور مصنف ہیں ہسپانیہ کے اسلامی فتوحات کے متعلق یوں لکھتے ہیں "بلاد اندلس کے مسلمانوں کے فتح کرنے سے کوئی ضرر نہیں پہنچا کسی قدر قلق و اضطراب اور بدامنی اور

---

[1] خلافت اندلس جلد ۲

[2] الہلال کلکتہ جلد ۵ نمبر ۲

بے چینی جو ظہور میں آتی تھی حکومت اسلامیہ کے وہاں قیام و استحکام حاصل کرنے پر بہت جلد زایل ہوگئی۔

مسلمانوں نے اپنی رعایا کو ہر ایک طرح سے مذہبی آزادی اور بعض بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز کیا یہاں کے بعض غیر مسلم اشخاص خلفاء اسلام کی خاص خدمت پر مامور ہوئے اور ایسے لوگوں کی قدر کچھ کم نہیں جس کو فوج کی سپہ سالاری تفویض ہوئی اس عنایت آمیز پالسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل اندلس کے عقلا نے مسلمانوں کے ساتھ ارتباط بڑھایا اور فریقین میں ازدواجی تعلقات کا رشتہ قایم ہوگیا۔

اکثر اہل اندلس اپنے سابق مذہب کے پابند رہے لیکن حصول امن و راحت کے لحاظ سے اون کا پلہ مسلمانوں کے مساوی تھا یہی کہ جب یورپ نے یہودیوں پر ظلم کرنا شروع کیا تو انہوں نے قرطبہ کے حکمرانوں اور خلفاء اندلس کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کرنا اختیار کیا یہودیوں کو اگر کسی زمانہ میں پناہ ملی یا امن نصیب ہوا ہے تو وہ اسلامی حکومت ہی کا حق ہے اور اب تک جو بقیہ یہودی قوم کی یادگار صفحہ ہستی پر موجود ہے وہ مسلمانوں کی نرم روئی اور حسن سلوک اور رواداری کی مرہون منت و احسان ہے اگر وہ خود احسان فراموش ہوکر اس کا اعتراف نہ کریں) مسلمانوں نے اندلس کے عیسائیوں پر عام جزیہ کے علاوہ اور ٹیکس عاید نہیں کیا۔

سلہ الفیض امرتسر جلد ۲ نمبر ۱۴

جب مسلمانوں کا عہد ترقی ختم ہوگیا اور ان میں کمزوری اور انحطاط شروع ہوگیا اور عیسائیوں کو غلبہ حاصل ہوا تو جو سلوک انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا وہ بھی مختصر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

ملکہ ازابلہ نے ایک فرمان اس مضمون کا جاری کیا کہ تمام مسلمان جلاوطن ہوجائیں یا دعوت نصرانیت قبول کریں اس سے بڑھکر اس نے یہ کیا کہ مسجدیں جبراً بند کردیں اور لاکھو کتابیں مسلمانوں کا عمر بھر کا ذخیرہ خاک بسر کردیا[1]

شمنیس نے تمام گھروں کی تلاشی لی اور زبان عربی کی جتنی بھی کتابیں ملیں سب کو ضبط کرلیا اس ترکیب سے قریباً دس لاکھ کتابیں جمع ہوگئیں ان میں صرف قیمتی جلدیں قرآن شریف کی ہی تھیں بلکہ زمانہ دولت بنوامیہ کی وہ کتابیں تھیں جو دارالسلطنت قرطبہ کے مایہ ناز علوم وفنون کے بیش بہا خزانے تھے باب الرملہ کے چوک میں لاکر ڈھیر کی گئیں اور آگ لگاکر راکھ کردی گئیں[2]

یہ ظلم یہیں پر ختم نہیں ہوا ۱۵۲۶ء میں چارلس پنجم نے ایک حکم اس مضمون کا جاری کیا اور مسلمانوں کو مجبور کیا کہ اپنا لباس چھوڑ کر مسیحیوں کا لباس اختیار کریں زبان رسم ورواج بلکہ نام تک بدل ڈالیں اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ جلاوطن کیا گیا یہ سلسلہ جلاوطنی ۱۶۱۰ء تک برابر جاری رہا اس میں تیس لاکھ مسلمان ملک بدر کئے گئے مسلمانوں کے

---

[1] تاریخ اسپین لین پول [2] اخبار اندلس جلد ۳

ساتھ وہاں کی سرسبزی وشادابی بھی چلی گئی اور تہذیب وتمدن بھی رخصت ہوگیا موجودہ عہد ترقی میں بھی اس کو وہ رونق حاصل نہ ہو سکی جو عہد حکومت اسلامی میں نصیب ہوئی تھی۔

اس طرح اس عظیم الشان سلطنت کا خاتمہ ہوگیا جو تقریباً آٹھ سو سال تک اسپین میں نہایت شان وشوکت کے ساتھ قایم رہی تھی اور اب صرف اس کے تذکرے چند تاریخوں میں بکھرے پڑے ہیں۔

کچھ قمریوں کو یاد ہیں کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں ہے

اس مختصر سرگذشت سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کی تمدنی علمی صنعتی اختراعی حالت کا معیار کیا تھا۔ یہ تو صرف ایک حکومت اور ایک دارالسلطنت کے حالات تھے جو پیش کئے گئے۔ دیگر اسلامی حکومتوں نے بھی کچھ کم ترقی نہیں کی۔ بغداد۔ دمشق۔ دہلی۔ غزنی۔ قونیہ۔ وغیرہ نے اپنے اپنے ادور حکومت میں کوئی شعبہ اٹھا نہ رکھا تھا جس میں اصلاح وترقی نہ کی ہو خصوصًا بغداد اپنے عروج کے زمانے میں کسی طرح قرطبہ سے کم نہ تھا۔

خلیفہ ہارون رشید نے شاہ فرانس کو ایک گھڑی تحفتہً بھیجی تھی جس کو دیکھکر فرانس کے اہل دربار حیران رہ گئے تھے جس طرح آج ہم کسی مغربی ایجاد کو دیکھکر یا سن کر ششدر ہو جاتے ہیں۔ اس زمانے میں یورپ میں اس صنعت کی گھڑی کا کہیں وجود نہ تھا۔

بغداد میں ایک شخص ابوالقاسم نامی طیارہ بنا کر پرواز کی کوشش کی تھی آیندہ اگر موقع ملے تو بقیہ حکومت ہائے اسلامی کے کارنامے بھی مختصراً پیش کرنے کی کوشش کیجائے گی۔

یورپ کی ترقی کا اہم سبب حکومت و تمدن اسلامی کا زوال تھا اگرچہ یورپ نے یورپی و ایشیائی حکومتوں اور اسلامی تمدن کو قریب مٹا دیا اور سخت نقصان پہنچایا۔ مگر جب ایک عرصہ کے بعد خود اس کو اپنی ترقی کا خیال پیدا ہوا تو اس کے سامنے کوئی نمونہ اور کوئی راہ نہ تھی جس پر چلکر موجودہ عہد ترقی تک پہنچ سکتا ناگزیر اس نے اسلامی شکستہ دیواروں پر اور ان ہی کھنڈروں پر اپنی اصلاح و ترقی کی بنا رکھی اور اس پر ایسی عمارت تعمیر کی اور ایسی نقاشی و گل کاری کی کہ اب اصل بنیاد کا پتہ لگانا اور استاد و شاگرد کا تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ موجودہ تمدن تک پہنچنے کے لئے یورپ کو اسلامی تمدن سے جس کو خود اس نے پائمال کیا تھا گذرنا ضروری تھا۔

اگر آج ہم مغرب سے علوم و فنون حاصل کر رہے ہیں تو کوئی نئی چیز طلب نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم اس متاع گم گشتہ کو جسے ہم اسپین میں کھو آئے تھے ڈہونڈ رہے ہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ مغرب بہت کچھ اضافہ کیساتھ ہماری امانت واپس دیرہا ہے۔

بلاشبہ مسلمانوں کے قوائے ذہنی و عملی میں انحطاط نہ شروع ہوا ہوتا اور وہ حکومتیں قایم رہتیں تو اس زمانہ کی بہت ساری حیرت انگیز ایجادیں

مسلمان ماہرین علم وفن کی نسبت سے رائج ہوتیں۔

اور بہت سارے مخترع و موجد عالم اسلامی میں پیدا ہو جاتے اور یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ موجودہ زمانے میں مسلمانوں کا کیا درجہ رہتا مسلمانوں میں اگر واقعی بیداری پیدا ہو گئی ہے تو زیادہ نہیں تو کم از کم اپنی کھوئی ہوئی پونجی ہی ضرور حاصل کریں۔

• تاکہ عہد حاضر کے ترقی یافتہ اقوام میں شمار کئے جا سکیں۔

تمت

رائے عالیجناب مولانا حکیم مولوی محمد باقر سید حسینی صاحب مد ظلہ مدیر رسالہ النور حیدرآباد

مولوی عثمان علی مرزا صاحب نے اس رسالہ میں اندلس کے علمی و صنعتی کارناموں کو مختلف کتب تاریخ سے جمع کیا ہے حقیقت میں یہ رسالہ اس فن کے بیش بہا ذخیروں پر مشتمل ہے اور مولف صاحب کے علمی شغف کی بین دلیل ہے۔ آجتک دنیا میں بحساب اقوام بام ترقی پر گامزن ہوئیں اور مٹ گئیں مگر ہم ان کے حالات سے مطلق واقف نہیں جدید محققوں نے حال میں مصر کے آثار قدیمہ سے یہ پتہ لگایا ہے کہ سب سے قدیم تمدن مصر کا تھا مگر افسوس کہ آج تک دنیا ان کے حالات سے بالکل بے خبر تھی اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی کوئی مکمل تاریخ ہم تک پہنچ نہ سکی۔ بہرحال دنیا میں تاریخ ہی ایک ذریعہ ہے کہ جس سے ہمیں اپنے پیش روؤں کا پتہ لگتا ہے اور اسی لئے اس فن کو زیادہ اہمیت دیجاتی ہے آج جن لوگوں نے علوم و فنون جدیدہ میں اپنی آنکھیں کھولی ہیں کہتے ہیں کہ ہم سے پہلے کی اقوام جاہل و وحشی تھیں ان کا یہ خیال انکشافات جدیدہ سے بالکل غلط ثابت ہو رہا ہے بعض قدیم شہر زمین سے برآمد ہوئے ہیں جن میں بہت سارے ایسے اسباب موجود ہیں جن کو ہم اب تک تمدن جدید کی ایجاد سمجھے ہوئے تھے بہرحال دنیا لاکھوں بار ترقی کرتی گئی اور پھر تنزل کے مدارج طے کرتے ہوئے نیا منیا ہو گئی کبھی کسی قوم کو عروج حاصل ہوا تو کبھی کوئی قوم قعر مذلت میں جا پھنسی اور اسی طرح آئندہ بھی ہوتا رہیگا بحمد اللہ کہ عربوں کو قدیم سے فن تاریخ سے خاص دلچسپی رہی ہے اگرچہ ان کا تمدن مٹ کر صدیاں گزر چکیں مگر ابھی تک ان کے

کارنامے صفحہ تاریخ پر درخشاں ہیں اور ہر ایک مسلمان یہی چاہتا ہے کہ ان کے کارنامے دست برد زمانے سے محفوظ رہیں۔ ناظرین کو اس رسالے کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ عرب کن کن چیزوں کے موجد تھے اور اپنی ہمعصر سلطنتوں میں ان کا کیا مرتبہ تھا۔

۱۰ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ

از عالیجناب مولانا میر مظہر علی صاحب حبیبی وکیل ہائیکورٹ (مولوی کامل)

میرے محترم دوست مولوی مرزا عثمان علی بیگ صاحب نبیرۂ نواب قاسم یار جنگ بہادر مرحوم نے یہ مختصر مگر مفید تاریخ معتبر ماخذوں سے نہایت بہتر لکھی ہے۔ اردو میں اس قسم کے تاریخی سرمایہ کی بیحد کمی ہے ضرورت ہے کہ اسی طرح سلیس اور عام فہم عبارت میں مختلف ممالک اور مختلف شعبوں کی تاریخیں مختصر رسائل کی صورت میں لکھی جائیں تاکہ ہر فرد مسلم بسہولت تمام ان کا مطالعہ کرکے اپنے معلومات میں اضافہ کر سکے مجھے میرے محترم دوست سے قوی امید ہے کہ اسی طرح تاریخی رسایل کا سلسلہ جاری رکھکر ایک طرف اپنے ہمعصر مسلمانوں کو ان کے قابل قدر اسلاف کے لایق تقلید کارناموں سے واقف کرائیں گے اور دوسری طرف آئندہ نسلوں کے لئے تاریخ نویسی کا عمدہ نمونہ قایم کریں گے۔

مظہر منزل — میر مظہر علی

سلطان شاہی — ۲۲ دسمبر ۴۴ء